Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

The Colonial Perspective of Iqbal's Thought

فکر اقبال کا نو آبادیاتی تناظر

Hafiz Gohar Mahmood[1], Dr Muhammad Asif Awan[2]
1PhD Scholar, 2Professor, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad
Corresponding Email: 6080.gohartunia@gmail.com

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 20-02-2025
Accepted: 25-03-2025
Online: 10-05-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract
The philosophy and poetry of Allama Iqbal address the colonial context, emphasizing the revival of Muslim identity and intellectual independence. His works advocate for cultural freedom and spiritual empowerment, condemning colonial exploitation as a cause of Muslim societal decline. Influenced by both Eastern and Western thought, Iqbal developed a universal vision of unity and humanity, rooted in the Qur'an and the Prophet Muhammad's (PBUH) teachings. Central to his philosophy is the concept of "Khudi" (selfhood), promoting self-awareness as a foundation for progress. Iqbal criticized Western materialism and democracy for their limitations, encouraging Muslims to adopt principles of justice and equity based on Islamic values. He viewed education and action as interconnected forces for transformative change. His poetry, characterized by philosophical depth and linguistic elegance, carries timeless messages of resilience, courage, and global unity. Addressing themes such as identity, existence, and struggle, Iqbal presents a holistic intellectual framework that transcends religious, national, and ethnic boundaries. His message remains universally relevant, offering profound insights into personal and collective growth.

Keywords:
Iqbal, Colonial Perspective, Philosophy, Poetry, Khudi, Selfhood

علامہ اقبال کی فکر کو نو آبادیاتی تناظر میں سمجھنے کے لیے ان کی شاعری، فلسفہ، اور خیالات کو استعماریت کے اثرات اور مسلم معاشرت کی شناخت کے احیاء کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ اقبال کی فکر نے نو آبادیاتی نظام کے خلاف رد عمل کے طور پر جنم لیا اور مسلم قوم کی تہذیبی اور فکری آزادی کی وکالت کی۔ علامہ اقبال نے نو آبادیاتی استحصال کی مذمت اپنی شاعری، نثر، اور خطبات کے ذریعے بھرپور انداز میں کی۔ وہ استعماریت کو مسلمانوں کی روحانی، فکری، اور معاشی زوال کا سبب سمجھتے تھے۔ اقبال نے نو آبادیاتی نظام کی خرابیوں

کو واضح کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان سے نجات کے لیے بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اقبال جیسے عظیم مفکر کی فکر و نظر کو کسی ایک خطے، علاقے، ملک یا قوم کے لئے مخصوص قرار نہیں دیا جاسکتا، نہ اقبال کی سوچ اتنی محدود ہے کہ اس میں تعصب و تنگ نظری پائی جائے۔ وہ ایک آفاقی فکر و نظر کے حامل عظیم مفکر ہیں، اور ان کا پیغام پوری انسانیت کے لئے ہے۔ اقبال نہ صرف مشرقی علوم سے بہرہ مند تھے بلکہ انہوں نے مغربی علوم وفنون کا بھی براہ راست مطالعہ کیا۔ مغربی تہذیب و تمدن کا قریبی مطالعہ کیا۔ اخلاق واطوار اور طرز حیات کے ایک ایک پہلو کا جائزہ لیا۔

اقبال کی شاعری میں گہرے تفکر اور حکیمانہ نظر کے ساتھ نکھری ہوئی زبان، شگفتہ و رنگین تراکیب اور لب ولہجہ کی بلند آہنگی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اقبال انسانیت واخوت، حرکت و عمل، اخلاق و استقلال، عزم و حوصلہ، جرت وہمت کے پیامبر ہیں اور ان کے اس پیام میں آفاقیت ہے اسی لئے ان کا شمار دنیا کے عظیم ترین شاعروں میں ہوتا ہیں۔ اقبال کی شخصیت اور فکر کی تشکیل میں بہت سے عناصر کار فرماہیں۔ جس سے فکر اقبال اپنی زندگی کے ہر دور میں پھیلتی رہی۔ قرآن ان کی فکر کا بنیادی سرچشمہ رہا۔ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ جناب محمد مصطفی ﷺ سے عشق بھی علامہ اقبال کی فکر کا محرک ہے۔ اقبال کی گھر کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں قرآن و سیرت کے ساتھ ساتھ اسلامی فکر کی دو اہم کتابیں فصوص الحکم، اور فتوحات کا خاص طور پر درس ہوتا۔ اقبال نے ایک خط میں ان کتابوں کی نسبت لکھا ہے۔

> "شیخ محی الدین ابن عربی کی نسبت کوئی بد ظنی نہیں۔ بلکہ مجھے ان سے محبت ہے۔ میرے والد کو فتوحات اور فصوص سے کمالِ شغف رہا ہے اور چار برس کی عمر سے میرے کانوں میں ان کا نام اور ان کی تعلیم پڑنی شروع ہوئی۔ برسوں تک ان دونوں کتابوں کا درس ہمارے گھر میں رہا۔ گو بچپن کے دنوں میں مجھے ان مسائل کی سمجھ نہ تھی تاہم محفل درس ہر روز شریک ہوتا۔ بعد میں عربی سیکھی تو کچھ کچھ خود بھی پڑھنے لگا اور جوں جوں علم اور تجربہ بڑھتا گیا میرا شوق اور واقفیت زیادہ ہوتی گئی،، (۱)

قرآن کو اسلامی قوانین کا اولین ماخذ قرار دیا جاتا ہے لیکن قرآن قانونی ضابطوں کی کتاب نہیں ہے بلکہ معاملاتِ زندگی سے متعلق عام لیکن بنیادی اصولوں کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

اقبال کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے میں مشرقی فکر کے ساتھ ساتھ مغربی فکر بھی کار فرمارہی۔ جس کا اثر کلامِ اقبال کے مطالعہ کرنے سے قاری کو صاف طور پر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ اثر اسلامی نقطہ نظر کے حدود میں پابند ہے۔ تاہم اس سے یہ بات اخذ نہ کی جائے کہ اقبال کا فکری نظام صرف ملت اسلامیہ کے لئے مخصوص ہے بلکہ ان کی شاعری بغیر مذہب وملت، رنگ ونسل اور دیر و حرم سے ماورا پورے بنی نوع انسان کے لئے پیغام حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرح اقبال کے پیغام کی نوعیت عالمگیر ہے۔ ان کی پوری شاعری

میں ایک عظیم پیغام ہے۔ ان کے افکار و نظریات کی دنیا ایک بحر بیکراں کی مانند ہے۔ جس کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ ممکن نہیں۔ ان کا فکری نظام مختلف موضوعات پر مبنی ہے۔ خودی، بے خودی، عشق و عقل، زماں و مکاں، وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، تصوف، فقر و استغناء، جدوجہد جیسے کئی موضوعات اقبال کے افکار میں تسلسل کے ساتھ موجود ہے۔ ان موضوعات میں اقبال کے نظام فکر کی اساس ان کا تصور خودی ہے۔ جسے انہوں نے ایک نظریے کے طور پر اپنی زندگی کے پیشتر حصے میں تواتر کے ساتھ متنوع انداز اور مختلف جہتوں سے پیش کیا۔ اسی فکری رجحان سے اقبال کو خودی کا پیامبر اور بے خودی کا رمز شناس کہا گیا۔ ان کی پوری شاعری خودی کے نظریے میں ڈھلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس طرح اقبال کی فکری تعمیر و تشکیل میں تمام افکار خودی ہی کے ارد گرد سرشار نظر آتے ہیں۔ عرفان نفس اور خودی کا اقبال کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں بڑا دخل ہے۔ بقول ابوالحسن ندوی:

> "علامہ اقبال کو خودی کی تربیت اور عرفانِ نفس پر بڑا اعتماد تھا۔ ان کے نزدیک خود شناسی و خود آگاہی انسان کو اسرار شہنشاہی سکھلاتے ہیں۔ عطار ہو یا رومی، رازی ہوں یا غزالی، بغیر عرفان نفس کے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی عرفان نفس کا نتیجہ تھا کہ اقبال نے اس رزق پر موت کو ترجیح دی جس رزق سے پرواز میں کوتاہی آتی ہو اور دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اقبال کے خیال میں زیادہ بہتر ہے جس کی فقیری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خوشبو اور ان کا اسوہ ہو، اور حق تو یہ ہے کہ عرفانِ ذات ہی کے حصول کے بعد انسان جرات سے اس بات کا اظہار کر سکتا ہے"۔(۲)

اقبال کا خیال تھا کہ نو آبادیاتی نظام نے نہ صرف مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ کیا بلکہ ان کی فکر اور روحانیت کو بھی نقصان پہنچایا۔ اقبال نے مغربی استعمار کی مادہ پرستی اور روحانی خلا کی مذمت کی اور کہا کہ یہ نظام مسلمانوں کو ان کی اصل شناخت سے دور کر رہا ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری اور نثر میں نو آبادیاتی نظام کی استبدادی پالیسیوں کی مذمت کی۔ ان کا ماننا تھا کہ یہ نظام معاشرتی، سیاسی، اور روحانی زوال کا سبب بن رہا ہے۔ ان کے کلام میں "شکوہ" اور "جواب شکوہ" جیسے اشعار اس رجحان کی بہترین مثال ہیں۔ اقبال نے اپنی نظم ابلیس کی مجلس شوریٰ (ارمغان حجاز) میں نو آبادیاتی نظام کی مذمت کرتے ہوئے کہا:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر (۳)

اقبال مغربی جمہوریت کو ایک ایسا نظام سمجھتے ہیں جس میں طاقت اور سرمائے کا غلبہ ہے اور جو انسانیت کے حقیقی مسائل حل کرنے میں ناکام ہے۔ یہ اشعار اقبال کے اس پیغام کو اجاگر کرتے ہیں کہ مغربی جمہوریت کی تقلید کی بجائے مسلمانوں کو اپنے نظامِ عدل و انصاف کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھنی چاہیے۔ اقبال نے نو آبادیاتی نظام کے معاشی استحصال پر بھی شدید تنقید کی۔ ان کے نزدیک استعماری

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

طاقتوں نے مقامی وسائل کو لوٹ کر عوام کو غربت اور افلاس میں مبتلا کیا۔اقبال نے اپنے مشہور خطبے میں نو آبادیاتی حکومتوں کے معاشی استحصال کو اجاگر کیا اور مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کی ضرورت پر زور دیا، جہاں وہ آزادی سے اپنے وسائل استعمال کر سکیں۔اقبال نے کہا کہ نو آبادیاتی نظام نے مسلمانوں کو تعلیمی اور فکری طور پر غلام بنایا ہے۔انہوں نے مغربی تعلیمی نظام کو ایسی تربیت قرار دیا جو لوگوں کو ان کی تہذیبی جڑوں سے کاٹ کر نو آبادیاتی مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔اقبال نے اپنی نظم "طلوع اسلام" بانگ درا میں مسلمانوں کو فکری آزادی کی تلقین کرتے ہوئے کہا:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (۴)

اقبال کہتے ہیں کہ اے مسلمان تو پہلے کی طرح دوبارہ سچائی، انصاف اور بہادری کی صفات پر عمل پیرا ہو کیونکہ اب وقت آ گیا ہے کہ کارکنان قضا و قدر بھی تجھ سے دنیا کی سرداری کا کام لیں گے۔اقبال نے مسلمانوں کو ان کے سیاسی زوال اور نو آبادیاتی طاقتوں کی سازشوں سے خبردار کیا۔ان کا ماننا تھا کہ استعماریت مسلمانوں کو تقسیم کر کے ان پر حکمرانی کر رہی ہے۔اسی لئے اقبال نے مسلمانوں کو مغربی تعلیم کے اندھا دھند اثرات سے بچنے اور اپنی اسلامی تہذیب و روایات کے مطابق علم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔اقبال نے تعلیم کے ساتھ عمل کی ضرورت پر زور دیا۔اقبال علم کو عمل کے ساتھ مشروط کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علم کا مقصد صرف ذہنی صلاحیتوں کو ترقی دینا نہیں بلکہ عملی میدان میں تبدیلی لانا بھی ہے۔اقبال نے کبھی بھی مغربی تعلیم کی مخالفت پوری طرح نہیں کی اور نا اسے مکمل طور پر رد کیا ہاں مغربی تعلیم کے چند پہلوؤں کی مذمت ضرور کی ہے اور حصول تعلیم میں ان چند عناصر سے احتیاط برتنے کی تلقین ضرور کی، اور ان سے آشنا رہنے کا بھی کہا۔

مغربی تعلیم کی بنیاد ہی مادیت پرستی ہے۔وہ عقل پرستی، تن پروری، عیش و آرام کی دلدادگی کا سبق دیتی ہے۔اس سے مسلمان نوجوانوں کے عقائد متزلزل ہو جاتے ہیں۔مغربی تہذیب کی اندھی تقلید ان سے ان کا نصب العین چھین لیتی ہے اور انھیں اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتی ہے۔یہ بے دینی اور الحاد انھیں احساس کمتری میں مبتلا کر دیتی ہے۔مغربی تعلیم کی روح بلند مقاصد سے خالی ہے۔اس کا نصب العین صرف معاش کا حصول ہے اور یہ نوجوانوں کو پیٹ کا غلام بنا کر اسے دنیاوی لذتوں میں اُلجھا دیتی ہے اس طرح بلند مقاصد سے وہ بالکل عاری ہو جاتے ہیں۔"ضرب کلیم" کی نظم "مدرسہ" میں کہتے ہیں:

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا، جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش(۵)

اقبال نے مسلمانوں کو اپنی تعلیم اور علم میں اضافے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ ان کے نزدیک تعلیم ہی وہ ہتھیار ہے جو استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اقبال نے اس بات کو اپنے کلام میں کئی مرتبہ بیان کیا کہ قوم کی بیداری اور ترقی کے لیے تعلیم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تاکہ وہ نہ صرف اپنی آزادی کے لیے لڑ سکیں بلکہ استعمار کے سائے سے نکل سکیں۔ اقبال نے نو آبادیاتی قوم پرستی کے نظریے کو مسترد کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے اتحاد پر زور دیا۔ ان کے مطابق، مسلمانوں کی طاقت ان کے دین میں مضمر ہے، اور اسی کے ذریعے وہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت بحال کر سکتے ہیں۔ اقبال تعلیم کو عالمی اور قومی سطح پر بھی ایک وسیلہ سمجھتے تھے جس کے ذریعے قومیں ترقی کر سکتی ہیں۔ تعلیمی ادارے طلباء کو عالمی سطح پر سوچنے کی ترغیب دیں اور انہیں ایسے شہری بنانے کی کوشش کریں جو دنیا بھر میں امن، ترقی اور ہم آہنگی کے لئے کام کر سکیں۔ اقبال کی فکر کے مطابق تعلیمی ادارے وہ مراکز ہونے چاہئیں جہاں فرد کی ہر سطح پر نشوونما ہو، جہاں علم کے ساتھ ساتھ اخلاق، روحانیت، تحقیق اور جدت کی اہمیت ہو۔

نو آبادیاتی تناظر میں اقبال کی فکر کا تعلیمی پہلو مسلمانوں کو ان کے تہذیبی ورثے سے جوڑنے، خودی کے فلسفے کو پروان چڑھانے، اور جدید تعلیم کو دینی و اخلاقی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے تعلیمی خیالات آج بھی مسلم دنیا کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اقبال کا کلام فکر کے سیاسی شعور سے بھرپور ہے، اور انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلم امہ کو بیدار کرنے، خودی کا شعور پیدا کرنے اور سیاسی آزادی کی تحریک کو تقویت دی۔ ان کے کلام میں امت مسلمہ کی زبوں حالی، استعماریت کے اثرات، آزادی کی اہمیت، اور خود مختاری کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اقبال دین اور سیاست کو الگ نہیں بلکہ دونوں کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ اقبال نے آل انڈیا مسلم کانفرنس لاہور ۱۹۳۲ء کے خطبے میں کہا۔ سیاست کی جڑیں انسان کی روحانی زندگی میں ہیں۔ یہ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام ذاتی رائے کا مسئلہ نہیں ہے۔ اسلام ایک سماج ہے۔ اقبال کے مطابق نو آبادیاتی تعلیمی نظام کا مقصد ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا تھا جو ذہنی اور عملی طور پر مغرب کے زیر اثر رہے۔ یہ نظام مسلمانوں کو ان کے دینی اور تہذیبی ورثے سے دور کر رہا تھا۔ اقبال نے اس نظام کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ غلامی اور فکری زوال کو پروان چڑھاتا ہے۔

نو آبادیاتی تناظر میں اقبال کی فکر کا سیاسی پہلو ایک اہم موضوع ہے۔ وہ اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل کو انتہائی سنجیدگی سے زیرِ غور لائے اور ان مسائل کے حل کے لئے ایک نئی نوعیت کی سیاسی اور نظریاتی رہنمائی فراہم کی۔ اقبال نے نو آبادیاتی سلطنتوں کے اثرات اور ان کی زیرِ حکمرانی مسلم اقوام کی پسماندگی کو محسوس کیا اور ان کے خلاف مزاحمت کی ضرورت پر زور دیا۔

اقبال نے استعمار کی طاقتوں سے جان چھڑانے کے لیے قوم میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کے لیے اپنی شاعری اور فلسفے کا بھرپور

استعمال کیا۔ ان کا مقصد مسلمانوں میں ایک نیا شعور بیدار کرنا تھا، تاکہ وہ اپنی تقدیر خود بدل سکیں اور استعمار سے نجات حاصل کر سکیں۔ اقبال نے اپنے کلام میں نہ صرف سیاسی بیداری کی ضرورت پر زور دیا، بلکہ انہوں نے اس کے لیے مختلف فلسفیانہ تصورات اور فکری راہیں فراہم کیں تاکہ قوم اپنے حقوق کے لیے اٹھ کھڑی ہو۔ اقبال نے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کے لیے اسلامی اتحاد کی اہمیت پر زور دیا۔ ان کے مطابق مسلمانوں کا اتحاد ہی ان کی طاقت ہے، اور اگر وہ اپنے درمیان اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو جائیں گے، تو وہ استعمار کے خلاف کھڑے ہو سکتے ہیں۔

علامہ اقبال نے اسلامی اتحاد کو امت مسلمہ کی ترقی، بیداری اور خود مختاری کے لیے ضروری قرار دیا۔ ان کے کلام میں امت مسلمہ کو فرقہ واریت، جغرافیائی تقسیم، اور ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر ایک ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ اقبال کے نزدیک اسلامی اتحاد دینِ اسلام کے بنیادی اصولوں پر عمل کرنے، یکجہتی قائم رکھنے، اور اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہونے میں ہے۔ اقبال نے مغربی استعمار کو مسلم امہ کے لئے ایک سنگین خطرہ قرار دیا اور اس کے خلاف مزاحمت کرنے کی ترغیب دی۔ اقبال کا خیال تھا کہ مغربی طاقتیں مسلمانوں کی ثقافت، تعلیم اور دین کو تباہ کر رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے کلام میں استعمار کے اثرات کو بے نقاب کیا اور مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ انہیں مغربی طاقتوں کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنی ہو گی۔

اقبال نے مغربی استعمار کو مسلمانوں کے لئے ایک خطرہ قرار دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ اگر وہ اپنی روحانیت، ثقافت اور تعلیم کو ترک کر دیں گے تو مغربی طاقتیں انہیں مکمل طور پر اپنی غلامی میں لے آئیں گی۔ اقبال نے اپنی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں مغربی استعمار کے اثرات کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ وہ کہتے ہیں:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر (٦)

اقبال نے مغربی استعمار کے خلاف اپنی شاعری میں نہایت پرزور انداز میں احتجاج کیا۔ انہوں نے مغربی استعمار کی مادی بنیادوں، اس کی استحصال پر مبنی پالیسیوں، اور اس کے اثرات پر تنقید کی۔ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو بیدار کرنے، آزادی کی اہمیت سمجھانے اور مغربی فکر کے منفی پہلوؤں سے خبردار کیا۔ اقبال نے مغربی طاقتوں کی لالچ اور دنیا پر قبضے کی خواہش کو نشانہ بنایا، اور مغربی استعمار کے اس تصور کی مذمت کی جو آزادی کی آڑ میں استحصال اور مذہبی اقدار کو کمزور کرتا ہے۔

اقبال نے اپنی شاعری اور تصانیف میں نوآبادیاتی حکمرانی کے خلاف آواز اٹھائی۔ انہوں نے مسلمانوں کی ذہنی اور سیاسی غلامی کو بہت خطرناک سمجھا اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی روحانی اور تہذیبی آزادی کے نقصان پر روشنی ڈالی۔ ان کا ماننا تھا کہ مغربی طاقتیں

صرف جسمانی طور پر نہیں بلکہ ذہنی طور پر بھی مسلمان قوموں کو غلام بنا رہی ہیں۔

اقبال کی سیاست میں خودی کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مسلمان اگر اپنی داخلی قوت کو پہچان کر اسے بروئے کار لائیں تو وہ نہ صرف اپنے داخلی مسائل حل کر سکتے ہیں بلکہ نو آبادیاتی طاقتوں کے خلاف مزاحمت بھی کر سکتے ہیں۔ اقبال نے خودی کے ذریعے خود مختاری کا تصور پیش کیا جس کے مطابق مسلمان اپنی تقدیر خود لکھ سکتے ہیں اور غیر ملکی طاقتوں سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ اقبال کا یہ فلسفہ حیات یا پیغام خودی جس پر انہوں اتنا زور دیا ہے فرد و قوم کی بقا و ترقی کی اساس ٹھہرا۔ اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے اقبال پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی کہ جن قوموں میں خودی باقی نہ رہی وہ زوال اور نیستی کا شکار ہو گئیں، اور جن قوموں نے اپنی خودی کو مستحکم کر لیا انھیں بلندی نصیب ہوئی۔ نفی خودی، مشرقی اقوام اور خاص طور پر مسلمانوں کے رگ و پے میں سرایت کر گئی، اقبال نے ملت اسلامیہ کے زوال کا سبب یہ قرار دیا کہ وہ غیر اسلامی تصوف اپنا کر کاہلی اور بے عملی کا شکار ہوگئی، اس نے وحدت الوجود کے نام سے ایک ایسے عقیدے کو اپنا لیا جو غیر اسلامی اثرات کا نتیجہ ہے اور جس نے اس کو خودداری اور قوت عمل سے محروم کر دیا ہے۔ اس محرومی کا واحد علاج اقبال نے صرف یہ بتایا ہے کہ نفی خودی یعنی بے عمل کے اس فلسفے کو رد کیا جائے اور خودی کا احساس دلا کر اس میں سعی و عمل کی تازہ قوتیں پیدا کی جائیں۔ اقبال نے اپنی شاعری کے وسیلے ملت اسلامیہ کو اس نیستی سے نکالنے کا تہیہ کیا۔ اس حصول کے مقصد کے لئے انہوں نے نفی خودی کی ملامت کی اور اثبات خودی کی تلقین کی۔ خودی کو قائم رکھنے کا عمل بھی بتایا ہے۔

اقبال نے مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے لئے اسلامی تجدید اور احیاء کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کے نزدیک اسلام ایک مکمل نظام زندگی تھا جو فرد اور جماعت کی فلاح کے لئے جامع اصول فراہم کرتا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے اسلامی ورثے کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی تاکہ وہ اپنی سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنا سکیں۔

اقبال نے مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے لیے اپنے کلام میں نہ صرف ادبی محاسن کا استعمال کیا بلکہ گہری فکری اور فلسفیانہ تشریحات بھی فراہم کیں تاکہ مسلمانوں میں ایک نئی سیاسی خودی اور خود مختاری کی جستجو پیدا ہو سکے۔ اقبال کے کلام میں مختلف شعری محاوروں، استعارات اور فلسفہ خودی کے ذریعے سیاسی بیداری کی ایک جامع حکمت عملی سامنے آئی، جو مسلمانوں کو اپنے حقوق کی پہچان اور سیاسی آزادی کے لیے تحریک دیتی ہے۔

اقبال کی فکر کا معاشی پہلو ایک اہم نقطہ ہے جس پر عمل پیرا ہو کے مسلم امہ استعماریت کے چنگل سے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ جس پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری اور فلسفے میں معاشی مسائل کو بھی اجاگر کیا ہے۔ اقبال نے خود کفالت کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ان کے نزدیک ایک قوم کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اقتصادی ضروریات کو خود پورا کرے۔ انہوں نے

اس بات پر زور دیا کہ قومیں اپنی معیشت کو مضبوط بنائیں تاکہ وہ بیرونی اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔اقبال نے انفرادی معیشت کے بجائے اجتماعی معیشت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ان کے خیال میں معاشرتی تعاون اور یکجہتی کے ذریعے ہی معیشت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ افراد کو اپنے مفادات کو چھوڑ کر اجتماعی مفادات کے لیے کام کرنا چاہیے۔اقبال کے نزدیک اسلامی معاشی نظام کا سب سے اہم پہلو اس کی اخلاقی بنیاد ہے۔انہوں نے کہا کہ معاشی سرگرمیوں میں اخلاقی اقدار کی پیروی ضروری ہے تاکہ انسانیت کی فلاح و بہبود ممکن ہو۔اقبال نے اپنے نظم و نثر میں معاشی اصولوں اور اخلاقیات کے گہرے تعلق کو واضح کیا ہے۔ان کے نزدیک کوئی بھی معاشی نظام اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی بنیاد اخلاقی اقدار پر نہ رکھی جائے۔انہوں نے اسلامی تعلیمات کو معیشت کی بنیاد قرار دیتے ہوئے ایسے اصول پیش کیے جو عدل، مساوات، اور فلاحِ عامہ پر مبنی ہیں۔اقبال نے اپنی شاعری اور نثر دونوں میں سرمایہ داری اور مادیت پر مبنی نظاموں کی مخالفت کی اور اسلامی معاشی نظام کے اخلاقی اصولوں کو اجاگر کیا۔اقبال نے اپنی کتاب "تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ "میں کہا کہ اسلام کا معاشی نظام اخلاقی اقدار سے جڑا ہوا ہے۔ان کے نزدیک ایک کامیاب نظام معیشت وہی ہو سکتا ہے جو انسانی فلاح و بہبود کو اولین ترجیح دے۔

> "اسلام کا اقتصادی نظام بنیادی طور پر اخلاقیات پر مبنی ہے اور انسان کی روحانی ترقی کو مادی ترقی سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔"(۷)

اقبال نے علم اور ہنر کی اہمیت کو بھی بیان کیا ہے۔ان کے نزدیک ایک قوم کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید علوم اور ہنر حاصل کرے۔انہوں نے نوجوانوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی تاکہ وہ اپنی معیشت کو بہتر بنا سکیں۔اقبال کی فکر میں روحانی پہلو بھی موجود ہے۔انہوں نے معیشت کو صرف مادی پہلو تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں روحانی اور اخلاقی اقدار کو بھی شامل کیا۔ان کے نزدیک ایک کامیاب معیشت وہ ہے جو انسانیت کی خدمت کرے اور اخلاقی اصولوں پر قائم ہو۔اقبال نے تخلیقی صلاحیتوں کی اہمیت پر بھی زور دیا۔ان کے خیال میں معیشت کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ لوگ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور نئے خیالات اور منصوبوں پر کام کریں۔

اقبال کی فکر کا معاشی پہلو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ معیشت صرف مادی دولت کا حصول نہیں بلکہ ایک جامع نظام ہے جو اخلاقی، روحانی اور اجتماعی پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھتا ہے۔ان کی شاعری اور فلسفہ ہمیں ایک نئی سوچ اور بصیرت فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے ہم اپنی معیشت کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

علامہ اقبال نے نوآبادیاتی تناظر میں اسلامی فکر کے احیاء اور اس کے اصولوں کی اہمیت پر زور دیا۔وہ استعماری قوتوں کے تسلط کو

نہ صرف سیاسی اور معاشی غلامی بلکہ فکری اور روحانی زوال کا سبب سمجھتے تھے۔ اقبال کے نزدیک اسلام نہ صرف ایک مذہب بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی ہے، جو انسان کو روحانی اور مادی دونوں پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اقبال نے نو آبادیاتی دور میں اجتہاد کو اہمیت دی تاکہ مسلمانوں کو نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا جا سکے۔ ان کے مطابق اجتہاد اسلامی فکر کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اقبالؒ کی نظر میں اجتہاد ہی اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا ضامن ہے اور اسی کی مدد سے ہر دور میں اسلام اپنے پیروکاروں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفید کر سکتا ہے۔ تاہم جہاں اقبال اجتہاد کی ضرورت و اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہیں اور عالمِ اسلام کو اجتہاد کی دعوت دیتے ہیں، وہاں انہیں اس بات کا بھی مکمل احساس ہے کہ اس معاملے میں ذرا سی زیادتی بھی مسلمانوں کو دین و ایمان سے دور پھینک سکتی ہے۔ آزادئ افکار کی گو اپنی اہمیت ہے، تاہم فکر و تدبر کا سلیقہ اس سے بھی اہم تر اور ضروری ہے۔

اقبال کے نزدیک انسان عمل سے گریز اور تقدیر پر بھروسہ کرنے سے اپنے مقام سے گر جاتا ہے اور نباتات و جمادات کی سطح پر آ جاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ ہم زمانے کی حرکت کا تصور پہلے سے کھینچے ہوئے خط سے نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ خط ابھی کھینچ رہا ہے اور نئے امکانات وقوع پذیر ہو سکتے ہیں۔ انسان کو قیامت کے روز اپنے ذاتی نامہ اعمال کے لئے جواب دہ ہونا ہے اگر اسے اچھائی اور برائی کا اختیار نہیں تو جواب دہی کیسی اور قرآنی فلسفہ کے مطابق جنت اور دوزخ کے تصور پر کیسے یقین کیا جائے۔ اقبال کے نزدیک امکانات اور تقدیرات کا کارخانہ کھلا ہے اور اپنی تقدیر پر حاصل کرنا انسان کے بس میں ہے خدا نے انسان کو زندگی اور آزادی دی اسے اختیارات سے نوازا اور زمین پر اسے نائب بنایا۔ اقبال کے نزدیک نو آبادیاتی تسلط کے دور میں اسلامی فکر کا احیاء مسلمانوں کے لیے ناگزیر تھا۔ انہوں نے اجتہاد، اتحاد، اور اسلامی اصولوں پر مبنی نظام کو مسلمانوں کی نجات اور ترقی کا واحد راستہ قرار دیا۔ ان کا پیغام آج بھی مسلمانوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں اپنی قوم کو اپنی زمین، ثقافت، اور روایات سے جڑے رہنے کی تلقین کی ہے۔ اقبال کے نزدیک ایک قوم کی شناخت اس کی اپنی زمین، زبان، اور ثقافت سے ہوتی ہے۔ انہوں نے مغربی استعمار اور تہذیب کی اندھی تقلید کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان اپنی اصل سے وابستہ رہیں، کیونکہ یہی ان کی ترقی اور بقا کی ضمانت ہے۔

اقبال نے اپنی قوم کو اپنی ثقافتی روایات اور ورثے کا محافظ بننے کا درس دیا۔ ان کے نزدیک اپنی زمین سے جڑت انسان کو اپنے ورثے کے قریب رکھتی ہے، جو روحانی اور مادی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ اقبال کے نزدیک زمین سے جڑت صرف ایک جغرافیائی تعلق نہیں بلکہ اپنی ثقافت، روایات، اور خودی کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اپنی زمین کو ترقی دینے، اپنی ثقافت کو اپنانے، اور مغربی اثرات سے محفوظ رہنے کی تلقین کی تاکہ وہ اپنی شناخت برقرار رکھ سکیں۔

اقبال کا تصورِ عشق ایک روحانی کیفیت ہے جو انسان کے دل و دماغ کو بیدار کرتی ہے۔ عشق، اقبال کے نزدیک، خدا کی طرف

بڑھنے کا ذریعہ ہے اور یہی وہ قوت ہے جو انسان کی روح کو پاکیزہ کرتی ہے۔ عشق صرف ایک جذباتی کیفیت نہیں، بلکہ یہ انسان کی خودی کو بلند کرنے کا وسیلہ ہے۔ اقبال کے فلسفہ میں خودی (selfhood) کا بہت اہم کردار ہے۔ انہوں نے عشق کو خودی کے جواز اور تکمیل کے لیے ضروری قرار دیا۔ اقبال کا ماننا تھا کہ عشق انسان کی ذات میں تبدیلی لاتا ہے اور اس کی روح کو بیدار کرتا ہے۔ انسان جب اپنی خودی کو پہچانتا ہے، تو وہ عشق کی طاقت سے اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے۔ اقبال کے تصورِ عشق میں انسانیت کی خدمت اور معاشرتی اصلاح کی بہت اہمیت ہے۔ اقبال کا ماننا تھا کہ عشق فرد کو خودی کی طرف متوجہ کرتا ہے، اور جب فرد اپنی خودی میں مستحکم ہو جاتا ہے، تو وہ معاشرتی اور انسانی فلاح کے لیے کام کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک عشق انسان کو نہ صرف اپنی ذات سے متعارف کراتا ہے، بلکہ وہ اس کے ذریعے اجتماعی فلاح کے لیے بھی کوشاں ہوتا ہے۔ اقبال کے نزدیک عشق صرف فرد کی روح کی بیداری کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ ایک انقلابی قوت بھی ہے جو پوری قوم یا معاشرت کو نئی سمت دیتی ہے۔

علامہ اقبال کا "مرد مومن "ان کے فلسفہ خودی اور تصورِ انسانِ کامل کا ایک مرکزی کردار ہے۔ یہ تصور ان کی شاعری، خاص طور پر "بال جبریل "اور "ضربِ کلیم "میں نمایاں طور پر موجود ہے۔ مردِ مومن وہ مثالی انسان ہے جو ایمان، جرات، خودی اور عمل سے لبریز ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں اللہ کی مشیت کا مظہر اور اسلامی تعلیمات کا حقیقی پیروکار ہوتا ہے۔ مردِ مومن اپنی خودی کو بلند کرتا ہے اور فنافی اللہ کے درجے پر فائز ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی غلامی اور ذلت کو قبول نہیں کرتا بلکہ آزادی اور خودداری کو اپناتا ہے۔ اس کا ایمان پختہ اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی مشکلات سے نہیں گھبراتا بلکہ ہر چیلنج کو قبول کرتا ہے۔ مردِ مومن محض خیالات میں محدود نہیں رہتا بلکہ عمل کے میدان میں سرگرم ہوتا ہے۔ اس کے افعال دنیا میں انقلاب برپا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

اقبال کا مردِ مومن بزدل نہیں ہوتا، بلکہ وہ باطل کے خلاف ڈٹ جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ حق اور صداقت کا ساتھ دیتا ہے اور ظلم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ اقبال کے مطابق، مردِ مومن کائنات کی قوتوں کو مسخر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، مردِ مومن اللہ کی محبت میں سرشار ہوتا ہے۔ اس کی شخصیت عشقِ مصطفیؐ اور اسلامی اصولوں پر مبنی ہوتی ہے۔ کافر صرف مادہ کی تلاش میں رہتا ہے اس کو اس دنیا میں اور کوئی غرض نہیں ہوتا مگر مرد مومن کا یہ مقصود نہیں ہوتا وہ اس جہان فانی کا نہیں بلکہ آخروی زندگی کا سوچتا ہے۔ وہ اپنے باطن سے نئے جہان پیدا کرتا ہے۔ مومن زمان و مکان کو اپنے اندر جذب کرلیتا ہے۔ عرفانِ خودی کے سبب مومن ایسی قوت حاصل کر لیتا ہے جس سے حیات اور اس کائنات کے تمام زموز اس پر عیاں ہو جاتے ہیں۔ ضرب کلیم کی نظم "کافر و مومن" میں فرماتے ہیں:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق(۸)

حوالہ جات

۱. بشیر احمد ڈار:"انوار اقبال" اقبال اکادمی،لاہور،۱۹۷۷،ص ۱۷۸
۲. ابوالحسن علی ندوی،مولانا:"نقوش اقبال" مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو،۲۰۱۰،ص ۵۲
۳. اقبال:"ارمغانِ حجاز" شیخ محمد اشرف تاجر کتب،لاہور،۱۹۸۳،ص ۲۱۳
۴. اقبال:"کلیات اقبال" سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،ص ۳۲۰
۵. ایضاً،ص ۱٦۵
٦. ایضاً،ص ۲۸۱
۷. محمد اقبال:"تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" شیخ محمد اشرف تاجر کتب،لاہور،۱۹۳۰
۸. اقبال:"کلیات اقبال" سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،ص ۲٦٦